ہیں۔ جہاد افغانستان کے حوالے سے علماء و مشائخ نے اپنے موقف کا بھرپور اعادہ کیا۔ مولانا احمد لدھیانوی نے بھی بڑا سنجیدہ اور پر مغز بیان کیا، انہوں نے واشگاف الفاظ میں کہا: اکابر ہمارے لیے جو لائحہ عمل طے کردیں گے اگر ہم اس سے سرمو انحراف کریں تو ہمارا محاسبہ کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ میرا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ اپنے بزرگوں اور مشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر، ان کی رائے اور منشاء کے مطابق جماعت کو چلانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ان کی سنجیدہ اور ٹھوس تجاویز کو بڑی اہمیت کے ساتھ سنا گیا۔

وزیرستان اور باجوڑ سے تشریف لائے علماء نے اپنے اپنے علاقوں کے دلخراش حالات سنائے جن کو سن کر ہر ایک کا کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ خدا جانے یہ پرائی جنگ کب تک ہمارے دامن کو خاکستر کرتی رہے گی۔ علماء نے اندرونی شورشوں کے خلاف طاقت کے استعمال کو غلط قرار دیتے ہوئے مذاکرات اور بات چیت کے ذریعہ داخلی مسائل کو حل کرنے پر زور دیا۔

اس موقع پر جامعۃ الرشید کی طرف سے ایک اہم تحریر ''ہم کہاں کھڑے ہیں؟'' کے عنوان سے علماء کرام کی خدمت میں پیش کی گئی جو کافی حد تک ملک کی موجودہ صورت حال، اسباب و عوامل اور مسائل کا ممکنہ حل پیش کرتی ہے۔ امید ہے کہ اس کا مطالعہ آپ کے لیے بصیرت افروز ثابت ہوگا۔

حضرت مولانا سید نواب حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہزارہ ڈویژن کی مشہور شخصیت اور دارالعلوم حسینیہ شنکیاری (ضلع مانسہرہ) کے بانی حضرت مولانا سید نواب حسین شاہ صاحب کا انتقال ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ (۸ دسمبر ۲۰۰۹ء) کو ہوا۔ وہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل اور استاذ الکل مولانا رسول خان صاحب ؒ اور حضرت مولانا ادریس کاندھلوی صاحب ؒ کے تلمیذ رشید تھے۔ وہ کئی اداروں کے سرپرست تھے۔ خصوصاً ہزارہ ڈویژن میں ان کی دینی مساعی مدارس و مکاتب اور تلامذہ و معتقدین کی صورت میں بڑی نمایاں ہیں، ان کا قائم کردہ ادارہ اس علاقے کا ایک مرکزی ادارہ سمجھا جاتا ہے اور علماء و اکابر کا مرجع رہا ہے، انہوں نے عوامی حلقوں میں بھی بڑا دینی اور اصلاحی کام کیا اور تقریر و وعظ و نصیحت کے ذریعے ہزاروں لوگ آپ سے مستفید ہوئے، وہ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ؒ کے دستِ راست تھے، انہوں نے مختلف تحریکوں، خاص کر تحریکِ ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ان کے علمی ذوق کے بارے میں ان کے ایک معتقد لکھتے ہیں:

''حضرت شاہ صاحب کو اپنے اکابر کی طرح ان کی تصانیف و کتب سے قلبی تعلق و عقیدت تھی، خصوصاً علامہ عینی کی عمدۃ القاری ہر وقت زیر مطالعہ رہتی تھی، مولانا رومیؒ کی مثنوی اور اس کی عربی شرح المنہج القوی سفر و حضر میں ساتھ رکھتے تھے، مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ المفاتیح گویا ازبر تھی، امام غزالیؒ کی احیاء العلوم کے حوالے نوکِ زبان ہوتے تھے، حضرت تھانویؒ کی تصانیف کا اکثر تذکرہ فرماتے اور بطور سند حوالے دیتے، خصوصاً حضرت تھانویؒ کے مواعظ سے اقتباس فرماتے تھے، تفاسیر میں تفسیر جلالین اور اس کی شرح الصاوی خصوصیت سے زیر مطالعہ رہتی تھی، قرآن عظیم کے ماہر تھے، قرآن عظیم کی آیات اور ان کے الفاظ سے نکتہ رسی کا خاص ملکہ تھا، فقہی جزئیات میں فتاویٰ شامی کے گویا حافظ تھے۔ حفاظ کے لیے صبح کی نماز سے قبل کم از کم پانچ پارے تلاوت ضروری قرار دیتے تھے۔''